بتوفیق خلاق زمین و زمان و بفضل رزاق دو جہان

نت عہد آصف سابع نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ

رحمت کا تیرے امیدوار آیا ہوں
منہ ڈھانک کفن میں شرمسار آیا ہوں

قصیدۂ محبوب

چلنے نہ دیا بار گنہ نے پیدل
تابوت میں کاندھوں پہ سوار آیا ہوں

من تالیف فقیر حقیر محمد علی عرف برادر ساکن بازار نور خان حیدرآباد دکن

مطبوعہ مطبع احمدیہ مطبع زینت یافت سنہ ۱۳۲۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہے اس دنیاے فانی میں امان کچھ بھی نہیں چار دن کی زندگی ہے بعد ازان کچھ بھی نہیں
محفلِ عیش و نشاط جاودان کچھ بھی نہیں کہہ رہا ہے آسمان یہ سب سمان کچھ بھی نہیں
پیس دوں گا ایک گردش میں جہان کچھ بھی نہیں

کیا ہوئے دارا سکندر کیا ہوئے چنگیز خان کیا ہوا افسوس وہ دورِ سلاطینِ جہان
کیا ہوا تختِ سلیمان ہے کدھر نوشیروان گونجتے تھے جنکے ڈنکے سے زمین و آسمان
چپ پڑے ہیں قبر میں اب ہون نہ ہان کچھ بھی نہیں

جسم پر جنکے گران تھا عطر و عنبر ہائے ہائے نعش پر انکے پڑے ہیں خاک پتھر ہائے ہائے
تاج پر ٹکتے تھے جنکے لعل و گوہر ہائے ہائے خاک پر تو ملا پڑا ہے کاسۂ سر ہائے ہائے
دوربین اے جم ترا جامِ جہان کچھ بھی نہیں

جب کسی نے پوچھا اُن تو نے در و دیوار سے او کہنڈر وہ تجھ میں رہنے والے آخر کیا ہوئے
یون زبانِ حال سے بولا عدم کو چل بسے تخت والون کا پتہ دیتے ہیں تختے گور کے
کہوج ملتا ہے یہیں تک بعد ازان کچھ بھی نہیں

سر اُٹھاتے موت سے کیا خاکِ گردانِ زمن اُس کے آگے ایک مورِ ناتوان ہیں پیلتن
زورِ رستم کا چلا اُسپر نہ قابوے پشن چوڑ ساری توڑ ڈالے باندھ کر بندِ کفن

قبر کی تنگی سے چپ ہیں پہلوان کچھ بھی نہیں

فائدہ کیا گر بقائے نام کی کچھ فکر ہو | راتدن پیش نظر عقبیٰ کی فکر و دھیان ہو
مُہر کھدوانیسے کیا حال تمہیں منصف بنو | خود نگین سے نام کھد کر گر گئے اے نامیو

اب برائے نام باقی ہے نشان کچھ بھی نہیں

موت کی افتادسے ہے دیدۂ دانش بھی کور | موت سے بچتے نہیں ہیں جن وانس وارد و مور
ایک عالم رہگیا کرتا ہوا مرقد یہ شور | گور کے منہ کا نوالہ ہو گیا بہرام گور

تیر آہن دوز جب اُترا کمان کچھ بھی نہیں

لگ رہا ہے روز تانتا جانب ملک بقا | چار دن کی زندگی میں ایک عالم چل بسا
کوئی بوڑھا کوئی بچہ نوجوان کوئی مرا | زیر محراب فلک اللہ اکبر کے سوا

چیخ کر کہتی ہے یہ خون وقت اذان کچھ بھی نہیں

بندۂ ناچیز ہوں گو ہے مرا مونس نام | قوم کی خدمت ہے میرا مشغلہ ہر صبح و شام
شاعری کیسی یہ خدمت ہی میری مقبول عام | کیس کا افسون تکلم کیسا اعجاز کلام

گر نہو الطاف یزدانی بیان کچھ بھی نہیں

آغاز قصیدۂ محبوب رحمۃ اللہ علیہ

ہائے کیا ہم پہ کوہ غم ٹوٹا | آسماں نے یہ کیا غضب ڈھایا

دل پہ چھائی گھٹا رے غم کیسی
مبتلائے الم ہے ہر اک جی

کس سے درد جگر کروں اظہار
کون اس غم کا ہو مرے غمخوار

مبتلائے الم ہے ہر انسان
داستان کس سے یہ مری ہو بیان

یک بیک کیا فلک نے بدلا رنگ
ہو گیا جسکو دیکھکر دل دنگ

ہائے دن آرہے کیسے نامسعود
کوشش اپنی تو ہو گئی بیہود

دولت عیش سب ہوئی برباد
کیا دل شاد ہو گیا ناشاد

بدلی اس باغ کی ہوا کیسی
حسرتیں خاک میں ملیں سبکی

چہچہے سارے بلبلوں کے گئے
قمریوں کے بھی دل اداس ہوئے

لہلہانا کہاں ہے سبزے کا
مسکرانا ہے کہاں ہے غنچہ کا

چاک دامن یہ آج کیوں گل ہے
نوحہ خوان کس کے غم میں بلبل ہے

داغ لالہ کو کیوں نصیب ہوا
خستہ دل کیوں اب عندلیب ہوا

کرتی سوسن ہے کس لئے فریاد
دم بخود کیوں یہ آج ہے شمشاد

باغ میں کیوں شجر یہ روتے ہیں
غنچے خاموش کیوں یہ سوتے ہیں

باغبان کے یہ کیوں اڑی ہیں حواس
کیوں صبا آج ہے اداس اداس

مالنیں کیوں یہ آج روتی ہیں
دُرِ اشک آج کیوں پرو دی ہیں

ہر روش کس کا سوگ ہے غم ہے
ہر چمن کس کا غم ہے ماتم ہے

کس کی فرقت میں ہے یہ حال خراب
ہجر میں کس کے دل ہے سب کے کباب

کس کے غم میں ہوا ہے حال تباہ | لب پہ آتی ہے ہر گھڑی کیوں آہ
دے گیا ہائے کس نے داغ جگر | کسنے زخموں پہ رکھدیے نشتر
یاد کس رشک گل کی آتی ہے | آہ سوزان یہ کیوں جلاتی ہے
کس کی فرقت کا دل پہ داغ ہوا | داغ کیا حشر کا چراغ ہوا
کون محبوب دل ہمارا تھا | کون مرغوب دل ہمارا تھا
کس کی طاعت کا ہم تھے دم بھرتے | کس کے اوپر سدا تھے ہم مرتے
پیار کرتے تھے بارہا کس کو | چاہتے ہم تھے اے خدا کس کو
ہم اطاعت گذار تھے کس کے | خیر خواہ جان نثار تھے کس کے
کون سر کا ہمارے سایا تھا | کس نے ایسا ہمیں نبھایا تھا
ہے کہاں اب وہ چاہنے والا | ہمکو ایسا نبھانے والا
کیا کس رشک گل نے آج سفر | دل ہے جس کے فراق میں مضطر
ہائے آصف میرا مراد وہ نظام | میر محبوب علی تھا جس کا نام
تہا وہ آقا مرا رئیس دکن | جس سے سرسبز تھا دکن کا چمن
ذات سے اوس کے خوش رعایا تھی | پرورش اوس کے ساتھ تھی سبکی
تھا وہ ہم سب کا پالنے والا | رنج وغم سے نکالنے والا
خلق اوس کے تھے شہرہ آفاق | نیک نامی میں تھا بڑا مشاق
تھا عقلمند اور ذکی وہ فریس | ہوا ہوگا نہ پہلے ایسا رئیس

عہد میں اوس کے وہ وہ کام ہوئے
اس کے پہلے نہیں ہوئی ہوئے

کوئی افسردہ دل نہ اس سے ہوا
عدل سے اسنے سب سے کام لیا

خلق ایسے وسیع تھے اوس کے
جو نہ شاہ سلف میں بھی ہونگے

دادرس بھی تھا اور سخی تھا بڑا
جس کے جود و کرم کا ہے چرچا

تھا شجیع اور وہ صاحب اقبال
اوس کو آسان تھا جو امر محال

منتظم اپنی سلطنت کا تھا
خیر اندیش مملکت کا تھا

تھا رعایا پہ وہ شفیق بڑا
دل میں اوس کے خیال تھا سبکا

تھا تعصب نہ اوسکو مذہب سے
ایک ہی طور اوس کا تھا سب سے

ہوئی بلدہ میں جب کے طغیانی
کیا اوس نے بڑی جہان بانی

پرورش سب کیا غریبوں کو
متوجہ کیا امیروں کو

کھانے کپڑے سے انتظام کیا
گھر بھی دہنے کو فیض عام کیا

ساتھ ہر ایک کے سلوک کیا
دور بھوکوں کی ساری بھوک کیا

خوب اوسنے جہان پناہی کی
بادشاہی تو کیا کہ شاہی کی

شعر گوئی میں بھی تھا وہ یکتا
یعنے آصف تخلص اوس کا تھا

خوب اوس کا کلام ہے مشہور
دیکھنا ہو کوئی تو دیکھیے ضرور

پر نہ چھوڑا اجل نے اوسکا ہاتھ
لے گئی ہائے اوسکو اپنے ساتھ

دن تھا منگل کا چوتھی رمضان کی
ایک بجنے کو اک گھڑی کم تھی

اس جہان سے سفر کیا وہ رئیس
ہر طرف اک ہجوم تھا غم کا
تھے نگونسار سارے زار و نزار
شہر میں ایک عجب تھا کہرام
خلق کا اژدہام تھا ہر سو
جمع تھے سب وہاں امیر و فقیر
موٹر و تانگا تھا ایک سمت ہجوم
اہل خلافت روتے جاتے تھے
کوئی کرتی تھی رو رو جان ہلاک
سر پہ مٹی کوئی اوڑھاتی تھی
پڑگئے سب کے دلمیں چھالے تھے
چوڑیاں اپنے پھوڑتی تھی کوئی
کیا کہوں کس طرح کا ماتم تھا
تھا جو خلقت کا راستونپہ ہجوم
اہل بازار سب تھے زار و ملول
کہتا تھا کیا ستم یہ ہوا
اہل بازار بند کر کے دوکان

سن رحلت ہے تیرا سو انتیس ۱۳۲۹
تہ و بالا تھا اور ماتم کا
سب کے چہرونپہ غم کے تھے آثار
روتی اور پیٹتی تھی خلق تمام
رنج و غم کا مقام تھا ہر سو
دل میں سب کے لگا تھا غم کا تیر
بیگمون کی تھی ایک طرف کو دہوم
اپنے جانوں کو کھوتے جاتے تھے
مار کر سینہ کر گریبان چاک
کوئی چادر میں منہ چھپاتی تھی
زندگی کے کسی کے لالے تھے
اور لچہ کو توڑتی تھی کوئی
کچھ نرالا یہ سوگ تھا غم تھا
تھے سپاہی بھی فوج کے مغموم
ماتم شاہ میں تھے سب مشغول
یک بیک کیا مر گیا آقا
تھکے سب تھے وہاں یہ گریہ کناں

غم سے تھا شاہزادیوں کا وہ حال
والدہ کا وہ حال تھا ابتر
شاہزادوں کا بس یہ حال ہوا
فرش مخمل پہ جو کل گئے جو بسر
الغرض شب کے دو بجے آقا
اصل حق تو وہ جناب ہوئے
پیدا اسن کے دل ہوئی خرسند
سب رعایا سنی یہ نیک خبر
بس شرف ختم کر دعا پہ کلام
اونکی اولاد بامراد رہے
مال و دولت سے سب رہیں خوشحال
والدہ کو بھی صبر دے مولا
رہی عثمان علی یہ ہردم شاد
پھر رئیس دکن رہیں قایم
رکھے شاداب یہ خدا گلشن

جنکا اودم سنبھال نا تھا محال
وہ تو بیہوش ہوگئیں اکثر
دہونڈتے تھے کہ ہیں کہاں بابا
آج ہیں وہ زمین کے اندر
کہ مسجد میں آکے دفن ہوا
دل ہمارے یہاں کباب ہوئے
ہوگئے جانشین بڑے فرزند
شاد خرم ہوا ہر ایک بشر
رہے پھولا پھلا یہ باغ نظام
دل سبھوں کا ہمیشہ شاد رہے
دشمنوں کو خدا کرے پامال
اب غنیمت یہ دم بھی ہے ان کا
ملک انکا خدا رکھے آباد
سلطنت ان کی یہ رہے دایم
بارآور رہے سدا یہ چمن

کتب ملنے کا پتہ پتھر گٹی برہان الدین صاحب تاجر کتب کے دوکان میں

حق تالیف محفوظ